صفحہ نمبر ①

Date:

سوال: اسلام میں خواتین کے حقوق مغربی تصور سے کیسے مختلف ہیں؟

start with the summary of the answer as introduction

start

جواب: مغربی معاشرہ اور عورت

اسلام کی آمد سے قبل عورت الم ناک صورت حال سے دوچار تھی جس سے اسے اسلام نے آزادی عطا کی۔ یہ امر کہ عورت کے حقوق کا تحفظ اسلام کے عطا کردہ ضابطوں سے ہی ہو سکتا ہے، مغربی معاشرے میں عورت کی حالت کے مشاہدے سے یہ بھی پایہ ثبوت کو پہنچ جاتا ہے۔ عورت کے حقوق کے تحفظ کا مفہوم انفرادی، معاشرتی، خاندانی اور عائلی سطح پر عورت کو ایسا تقدس اور احترام فراہم کرنا ہے جس سے معاشرے میں اس کے حقوق کے حقیقی تحفظ کا اظہار بھی ہو اگر ہم حقائق اور اعداد و شمار کی روشنی میں مغربی معاشرے میں عورت کے حقوق کا جائزہ لیں تو انتہائی مایوس کن صورت حال سامنے آتی ہے۔ خاندان جو کسی بھی معاشرے میں انسان کے تحفظ و نشوونما کی اکائی کی حیثیت رکھتا ہے عورت کے تقدس کے عدم احترام کے باعث مغربی معاشرے میں شکست و ریخت کا شکار ہے۔ جس کا لازمی شکار عورت ہی بنتی ہے۔ امریکہ کے صرف ۱۹۹۳ء کے اعداد و شمار کے مطابق:

١- 2.3 ملین ہونے والی شادیوں میں سے 1.3 ملین طلاق پر پہنچ گئی۔

٢- ان حالات کے پیش نظر محکمہ مردم شماری نے پیش گوئی کی کہ ہر ۱۰ میں سے ۶ شادیوں کا انجام طلاق ہو گا۔

٣- ملک میں ہونے والی 60% طلاقیں 25 سے 39 سال کے عمر کے جوڑوں میں ہوتی ہیں۔

٤- صرف ایک سال میں ان طلاقوں سے ایک ملین بچے متاثر ہوئے۔

٥- عموماً طلاق کے بعد 75% سے 80% افراد دوبارہ شادی کرتے ہیں حتیٰ کہ ملک کے اکثر لوگ دوسری یا تیسری شادی کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں۔ جن کی طلاق کا امکان پہلے سے کئی زیادہ ہوتا ہے۔

صفحہ نمبر ④

Date:

امریکہ کے مختلف علاقوں میں شرح طلاق

علاقہ	1998
Ohio	84928/46596
franklin	7765/4569
Washington	581/317

دیگر ممالک میں شرح طلاق (1996ء)

آسٹریلیا: 100، 106 شادیوں سے 52,500 طلاق پر منتج ہوئیں۔
کیوبا: شرح طلاق 75% ہے
فرانس: 117,716 طلاقیں ہوئیں جن میں سے 95% کا مطالبہ عدم تحفظ حقوق کے سبب سے خود خواتین نے کیا
سکاٹ لینڈ: 29,611 شادیوں سے 12,222 طلاق کا شکار ہوئیں۔
سوئٹزرلینڈ، 38,500 شادیوں سے 17,800 طلاق کا شکار ہوئیں۔

Statistical Abstract of USA کے مطابق امریکہ کی مختلف ریاستوں میں شرح طلاق ہر آنے والے سال میں اضافہ پذیر رہی۔ طلاق کی اس اندوہناک صورت حال سے متاثر ہونے والے افراد کی اکثریت کا تعلق نوجوانوں سے ہے۔ مگر 1998 میں ہونے والی طلاقوں میں 11.8% خواتین 20سال سے کم، 55.7% خواتین 20 سے 29 سال کے درمیان 25.8% خواتین 30 سے 44 سال کے درمیان اور 6.8% خواتین 45سال سے زائد عمر کی ہیں اور ہر آنے والے سال میں شرح طلاق اضافہ پذیر رہی۔

مغربی معاشرے کے خاندانی ڈھانچے کی شکست و ریخت کی انتہائی ابتر صورت حال کو بیان کرتے ہوئے لاس اینجلس ٹائمز نے اپنی 27 مئی 1996 کی اشاعت (ص A16) میں لکھا کہ 1994 میں 1.2 ملین امریکی شادیوں میں طلاق کی شرح زیادہ رہی جو 1960 کی تعداد کا تین گنا ہیں۔

طلاق کی انتہائی بلند شرح کے اثرات صرف نوجوانوں پر ہی نہیں بلکہ

keep the description of single arguments brief and divide into subheadings.

بچوں پر بھی نمایاں ہیں۔ National Centre for Health Statistics کے 1998 کے جائزے کے مطابق Single-Parents خاندانوں (طلاق یافتہ اور بغیر شادی کے بننے والے والدین) کے بچے عدم دلچسپی کے باعث سکول کی تعلیم سے محروم رہتے ہیں اور لڑکیاں زندگی کی دوسری دہائی میں ہی حاملہ ہو جاتی ہیں۔ جبکہ اکثر منشیات کے عادی بھی ہیں۔

بچوں پر طلاق کے اثرات صرف تعلیمی یا نفسیاتی یا اقتصادی ہی نہیں۔ سماجی سائنسدان Sara S. Mclanahan کے مطابق وہ لڑکیاں جو اپنا بچپن اور لڑکپن طلاق یافتہ والدہ کے ساتھ گزارتی ہیں مستقبل میں ان کے اسی منہج پر زندگی گزارنے کے 100% سے 150% تک امکانات دیکھے گئے ہیں۔

مغربی معاشرے کی عورت صرف سماجی یا معاشرتی سطح پر ہی انحطاط کا شکار نہیں بلکہ ظاہراً معاشی و اقتصادی آزادی کی حامل ہوتے ہوئے بھی استحصال سے دوچار ہے۔ اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ میں مغربی عورت کی معاشی و اقتصادی حالت کا جائزہ یوں پیش کیا گیا:

"دنیا کی آدھی آبادی عورتوں پر مشتمل ہے، دنیا کے دو تہائی کام کے گھنٹوں میں عورت کام کرتی ہے مگر اسے دنیا کی آمدنی کا دسواں حصہ ملتا ہے۔ اور وہ دنیا کی املاک کے سوویں حصہ سے بھی کم کی مالک ہے"۔

اسلام میں عورت کا مقام:

اسلام کی آمد عورت کے لیے غلامی، ذلت اور ظلم و استحصال کے بندھنوں سے آزادی کا پیغام تھی۔ اسلام نے ان تمام قبیح رسوم کا قلع قمع کر دیا جو عورت کے انسانی وقار کے منافی تھیں۔ اور عورت کو وہ حقوق عطا کیے جس سے وہ معاشرے میں اس عزت و تکریم کی مستحق قرار پائی جس کے مستحق مرد ہیں۔
یہاں ہم اسلام کے قائم کردہ معاشرے میں عورت کی تکریم و منزلت کا جائزہ پیش کرتے ہیں۔
1- اللہ تعالیٰ نے تخلیق کے درجے میں عورت کو مرد کے ساتھ ایک

ہی مرتبہ میں دکھایا ہے۔ اسی طرح انسانیت کی تکوین میں عورت مرد کے ساتھ ایک ہی مرتبہ میں ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے،

try to add the arabic of quranic ayats.

ترجمہ:

"اے لوگوں! اپنے رب سے ڈرو، جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا فرمایا پھر اسی سے اس کا جوڑ پیدا فرمایا۔ پھر ان دونوں میں بکثرت مردوں اور عورتوں (کی تخلیق) کو پھیلا دیا" (سورۃ النساء ۴:۱)

۲۔ عورت پر دائمی معصیت کی لعنت ہٹا دی گئی اور اس پر ذلت کا داغ دور کر دیا گیا کہ عورت اور مرد دونوں کو شیطان نے وسوسہ ڈالا تھا، جس کے نتیجے میں وہ جنت سے اخراج کے مستحق ہوئے تھے جبکہ عیسائی روایات کے مطابق شیطان نے حضرت حوا علیہ اسلام کو بہکا دیا اور یوں حضرت حوا علیہ اسلام حضرت آدم کے بھی جنت سے اخراج کا سبب بنیں۔ قرآن حکیم اس باطل نظریہ کا رد کرتے ہوئے فرماتا ہے:

ترجمہ:

"پھر شیطان نے انہیں اس جگہ سے ہلا دیا اور انہیں اُس (راحت کے) مقام سے، جہاں وہ تھے، الگ کر دیا۔"
(سورۃ البقرہ ۲: ۳۶)

۳۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر کا استحقاق برابر قرار پایا۔ ان دونوں میں سے جو کوئی بھی کوئی عمل کرے گا، اسے پورا اور برابر اجر ملے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ:

"ان کے رب نے ان کی التجا کو قبول کر لیا (اور فرمایا) کہ میں تم میں سے کسی عمل کرنے والے کے عمل ضائع نہیں کروں گا، چاہے وہ مرد ہو یا عورت۔ تم سب ایک دوسرے میں سے ہی ہو۔"
(سورۃ آل عمران ۳:۱۹۵)

۴- عورت کو لڑکی زمین میں گاڑ دیے جانے سے خلاصی ملی - یہ وہ طریقہ کار بھی جو احترام انسانیت کے منافی تھی -

۵- اسلام عورت کے لیے تربیت اور نفقہ کے حق کا ضامن بنا کر اسے روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم اور علاج کی سہولت "ولی الامر" کی طرف سے ملے گی -

۶- عورت کی تذلیل کرنے والے زمانہ جاہلیت کے قدیم نکاح جو در حقیقت زنا تھے، اسلام نے ان سب کو پامال کر کے عورت کو عزت بخشی

اب ہم ان حقوق کا جائزہ لیتے ہیں جو اسلام نے عورت کو مختلف شعبوں میں عطا کیے:

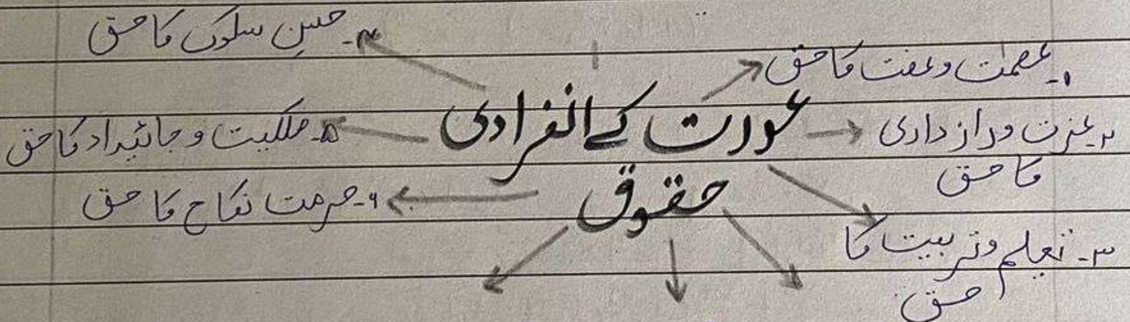

۱- عصمت و عفت کا حق:

معاشرے میں عورت کی عزت و احترام کو یقینی بنانے کے لیے اس کے حق عصمت کا تحفظ ضروری ہے - اسلام نے عورت کو حق عصمت عطا کیا اور مردوں کو بھی پابند کیا کہ وہ اس کے حق عصمت کی حفاظت کریں۔

ترجمہ "(اے رسول ﷺ) مومنوں سے کہہ دو کہ اپنی نظریں نیچی رکھا کریں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں یہ ان کے لیے پاکیزگی کا موجب ہے - اللہ اس سے واقف ہے، جو کچھ وہ کرتے ہیں۔"

(سورۃ النور ۲۴ : ۳۰)

"فرج" کے لغوی معنی میں تمام ایسے اعضاء شامل ہیں، جو گناہ کی ترغیب میں معاون ہو سکتے ہیں، مثلاً آنکھ، کان، منہ، پاؤں

Date:

اور اس لیے اس حکم کی روح یہ قرار پاتی ہے کہ نہ بری نظر سے کسی کو دیکھو، نہ فحش کلام سنو، اور نہ خود کہو اور نہ پاؤں سے چل کر کسی ایسے مقام پر جاؤ، جہاں گناہ میں مبتلا ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ اس کے بعد عورتوں کو حکم ہوتا ہے

one reference is enough for a single argument.

ترجمہ:

"اور (اے رسول مکرم!) مومنہ عورتوں سے کہہ دو کہ (مردوں کے سامنے آنے پر) وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنی زینت و آرائش نہ کریں۔ سوائے جسم کے اس حصے کو جو اس میں کھلا ہی رہتا ہے"

(سورۃ النور ۲۴: ۳۱)

اسلام کے قانون کے نفاذ میں بھی عورت کے اس حق کو منحفر رکھا۔ خلفائے راشدین کا طرزِ عمل ایسے اقدامات پر مشتمل تھا۔ جن سے نہ صرف عورت کے حق عصمت کو مجروح کرنے والے عوامل کا تدارک ہوا بلکہ عورت کی عصمت و عفت کا تحفظ بھی یقینی ہوا

ایک شخص حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ میرے ایک مہمان نے میری ہمشیرہ کی آبرو ریزی کی ہے اور اسے مجبور کیا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق نے اس شخص سے پوچھا اس نے جرم کا اعتراف کر لیا اس پر آپ نے حدِ زنا جاری کر کے اسے ایک سال کے لیے فدک کی طرف جلا وطن کر دیا۔ لیکن اس عورت کو نہ کوڑے لگائے اور نہ ہی جلا وطن کیا کیونکہ اس فعل پر اس کو مجبور کیا گیا تھا۔ بعد میں حضرت ابو بکر صدیق نے اس خاتون کی شادی اسی مرد سے کر دی۔

عزت و رازداری کا حق:

معاشرے میں عورتوں کی عزت اور عفت و عصمت کی حفاظت ان کے رازداری کے حق کی ضمانت میں ہی مضمر ہے۔ حضور نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواتین کو رازداری کا حق عطا کیا اور دیگر افراد معاشرے کو اس حق کے احترام کا پابند کیا۔ قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے

ترجمہ: "اے لوگوں جو ایمان لائے ہو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں اس وقت تک داخل نہ ہوا کرو جب تک (اس امر کی) اجازت نہ لو اور اہل خانہ پر سلام کہو۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے کہ تم ان باتوں سے نصیحت حاصل کرو۔ اور اگر گھر میں کوئی نہ ہو تو ان میں داخل نہ ہو، جب تک تمہیں (اندر جانے کی) اجازت نہ ملے اور اگر تم سے لوٹ جانے کو کہا جائے تو لوٹ جاؤ یہ تمہارے لئے زیادہ پاکیزگی کا موجب ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سے خوب واقف ہے"

(سورۃ النور ۲۴: ۲۷، ۲۸)

خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہی دستور تھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کے ہاں جاتے تو باہر سے اسلام علیکم فرماتے، تاکہ صاحب خانہ کو معلوم ہو جائے اور وہ آپ کو اندر آنے کی اجازت دے دے۔ اگر پہلی بار کوئی جواب نہ ملتا تو دوسری بار اسلام علیکم کہتے۔ اگر اب بھی جواب نہ ملتا تو تیسری مرتبہ پھر یہی کرتے اور اس کے بعد جواب نہ ملنے پر واپس تشریف لے جاتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ سعد بن عبادہ کے گھر تشریف لے گئے۔ حسب معمول اسلام علیکم کہا۔ سعد نے جواب میں آہستہ سے وعلیکم اسلام کہا جو آپ سن نہ سکے۔ اسی طرح تینوں بار ہوا۔ آخر کار آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ خیال کر کے واپس جانے لگے کہ غالباً گھر میں کوئی نہیں تو حضرت سعد دوڑ کر آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساتھ لے گئے اور عرض کیا:

"حضور میں نے جواب تو دیا تھا لیکن آہستہ سے، میں یہ چاہتا تھا کہ آپ زیادہ سے زیادہ بار ہمارے لئے دعا کریں (کیونکہ اسلام علیکم بھی

سلامتی کی دعا ہے)۔"

انہی معنوں میں حضرت ابوموسیٰ اشعری سے روایت ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا:

"جب تم میں سے کوئی شخص کسی کے گھر میں داخل ہونے کے لئے) تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اس کو اجازت نہ ملے تو چاہیے کہ وہ واپس چلا جائے"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر سلام کے جواب میں صاحب خانہ مکان کے اندر سے نام وغیرہ پوچھے تو فوراً اپنا نام بتانا چاہیے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور کے پاس گیا اور اندر آنے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اندر سے پوچھا، کون ہے؟ میں نے عرض کیا: میں ہوں۔ اس پر حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ناگواری سے فرمایا: "میں ہوں، میں ہوں" اور باہر تشریف لے آئے گویا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محض "میں ہوں" جواب دینے کو ناپسند فرمایا

عورتوں کے حق رازداری وعصمت وعفت کی حفاظت کے لئے پردہ کے احکام آئے۔ قرآن حکیم میں خواتین کو اپنی نگاہیں نیچی رکھنے اور اپنی آرائش وزیبائش کو افشا نہ کرنے کی تعلیم دے کر اس پاکیزگی معاشرت کی بنیاد رکھی گئی جو خواتین کے حق رازداری و عصمت وعفت کی حفاظت یقینی بنا سکتی ہے:

ترجمہ: "اے نبی! اپنی بیویوں اور اپنی صاحبزادیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیں کہ (باہر نکلتے وقت) اپنی چادریں اپنے اوپر اوڑھ لیا کریں، یہ اس بات کے قریب تر ہے کہ وہ پہچان لی جائیں (کہ یہ پاک دامن آزاد عورتیں ہیں) پھر انہیں (آوارہ باندیاں سمجھ کر غلطی سے) ایذا نہ دی جائے"

سورۃ الاحزاب ۵۹:۳۳

تعلیم و تربیت کا حق؛

اسلام کی تعلیمات کا آغاز اقراء سے کیا گیا اور تعلیم کو شرفِ انسانیت اور شناختِ پروردگار کی اساس قرار دیا گیا:

ترجمہ: "(اے حبیب!) اپنے رب کے نام سے (آغاز کرتے ہوئے) پڑھیے جس نے (ہر چیز کو) پیدا فرمایا۔ اس نے انسان کو (رحمِ مادر میں جونک کی طرح) معلق وجود سے پیدا کیا۔ پڑھیے اور آپ کا رب بڑا ہی کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے (لکھنے پڑھنے کا) علم سکھایا۔ جس نے انسان کو (اس کے علاوہ بھی) وہ (کچھ) سکھا دیا جو وہ نہیں جانتا تھا۔"

(سورۃ العلق ٩٦: ١-٥)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواتین کی تعلیم و تربیت کو اتنا ہی ضروری قرار دیا ہے جتنا کہ مردوں کی۔ اسلامی معاشرے میں یہ کسی طرح مناسب نہیں کہ کوئی شخص لڑکی کو لڑکے سے کم درجہ دے کر اس کی تعلیم و تربیت نظر انداز کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

"اگر کسی شخص کے پاس ایک لونڈی ہو پھر وہ اسے تعلیم دے اور یہ اچھی تعلیم ہو۔ اور اس کو آدابِ مجلس اور یہ اچھے آداب ہوں۔ پھر آزاد کر کے اس سے نکاح کرے تو اس شخص کے لیے دوہرا اجر ہے۔"

یعنی ایک اجر تو اس بات کا کہ اس نے اسے اچھی تعلیم دی اور اچھے آداب سکھائے اور دوسرا درجہ یہ کہ اس کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لیا اور اس طرح اس کا درجہ بلند کیا۔ اس سے ظاہر ہے کہ اسلام اگر باندیوں تک کو تعلیم سے آراستہ کرنے کو کارِ ثواب قرار دیتا ہے تو وہ آزاد لڑکیوں کے تعلیم سے محروم رکھے جانے کو کیونکر گوارا کر سکتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم کی عظمت ظاہر کرنے کے لیے ارشاد فرمایا کہ اس کا حاصل

No. QUILL

Date:

کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔

"علم حاصل کرنا ہر مسلمان (مرد اور عورت) پر فرض ہے"

start with

ایک دوسرے موقع پر حصول علم میں ہر طرح کے امتیاز اور تنگ نظری کو مٹانے کی خاطر نہایت لطیف پیرائے میں فرمایا:

"علم اور عقل کی بات مومن کا گمشدہ مال ہے، پس جہاں بھی اسے پائے اسے حاصل کرنے کا وہ زیادہ حق دار ہے"

حسنِ سلوک کا حق:

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورتوں سے حسن سلوک کی تعلیم دی اور زندگی کے عام معاملات میں عورتوں سے عفو و درگزر اور رافت و محبت پر مبنی سلوک کی تلقین فرمائی

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: عورت پسلی کی مانند ہے اگر اسے سیدھا کرو گے تو ٹوٹ جائے گی اگر اسی طرح اس کے ساتھ فائدہ اٹھانا چاہو تو فائدہ اٹھا سکتے ہو ورنہ اس کے اندر ٹیڑھا پن موجود ہے"

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جو اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے ہمسائے کو تکلیف نہ دے، اور عورتوں کے ساتھ نیکی کرنے کے بارے میں میری وصیت قبول کرے کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہیں۔ اور سب سے اوپر والی پسلی سب سے زیادہ ٹیڑھی ہوتی ہے اگر تم اسے سیدھا کرنے لگو تو توڑ ڈالو گے اور اس کے حال پر چھوڑ دے رہو گے تب بھی ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی پس عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کے بارے میں وصیت قبول کر لو"

(11)

ملکیت و جائیداد کا حق:

اسلام نے مردوں کی طرح عورتوں کو بھی حق ملکیت عطا کیا۔ وہ نہ صرف خود کما سکتی ہے بلکہ وراثت کے تحت حاصل ہونے والی املاک کی مالک بھی بن سکتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ

"مردوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا، اور عورتوں کے لیے اس میں سے حصہ ہے جو انہوں نے کمایا۔"
(سورۃ النساء ۴:۳۲)

عورت کا حق ملکیت طلاق کی صورت میں بھی قائم رہتا ہے۔ طلاق رجعی کے بارے میں ابن قدامہ نے لکھا ہے کہ اگر شوہر نے ایسی بیماری جس میں ہلاکت کا خطرہ ہو، کے دوران میں اپنی بیوی کو طلاق دی اور پھر دوران عدت اسی بیماری سے مر گیا تو بیوی اس کی وارث ہوگی اور اگر بیوی مر گئی تو شوہر اس کا وارث نہیں ہوگا۔ یہی رائے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے:
"اگر شوہر نے اپنی بیماری کی حالت میں بیوی کو طلاق دی تو بیوی دوران عدت اس کی وارث ہوگی لیکن شوہر اس کا وارث نہیں ہوگا۔"

طلاق مغلظہ کے بارے میں قاضی شریح بیان کرتے ہیں کہ عروۃ البارقی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہو کر میرے پاس آئے اور اس شخص کے بارے میں بیان کیا جو اپنی بیوی کو حالت مرض میں تین طلاقیں دے دے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک بیوی دوران عدت اس کی وارث ہوگی لیکن شوہر اس کا وارث نہیں ہوگا۔

حرمتِ نکاح کا حق:

اسلام سے قبل مشرکین عرب بلا امتیاز ہر عورت سے نکاح جائز سمجھتے تھے۔ باپ مر جاتا ہے تو بیٹا ماں سے شادی کر لیتا۔ جصاص نے احکام میں سوتیلی ماں سے نکاح کے متعلق لکھا ہے۔

ترجمہ:

"اور باپ کی بیوہ سے شادی کر لینا جاہلیت میں عام معمول تھا"

(۱۴۸)

اسلام نے عورتوں کے حقوق نمایاں کرتے ہوئے بعض رشتوں سے نکاح حرام قرار دیا اور اس کی پوری فہرست گنوا دی ارشادِ ربانی ہے:

ترجمہ:

"تم پر تمہاری مائیں اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپھیاں اور تمہاری خالائیں اور بھتیجیاں اور بھانجیاں اور تمہاری (وہ) مائیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری رضاعت میں شریک بہنیں اور تمہاری بیویوں کی مائیں سب حرام کر دی گئی ہیں۔ اور (اسی طرح) تمہاری گود میں پرورش پانے والی وہ لڑکیاں جو تمہاری ان عورتوں (کے بطن) سے ہیں جن سے تم صحبت کر چکے ہو (بھی حرام ہیں) پھر اگر تم نے ان سے صحبت نہ کی ہو تو تم پر ان کی (لڑکیوں سے نکاح کرنے میں) کوئی حرج نہیں اور تمہارے ان بیٹوں کی بیویاں (بھی تم پر حرام ہیں) جو تمہاری پشت سے ہیں اور یہ (بھی حرام) ہے کہ تم دو بہنوں کو ایک ساتھ (نکاح میں) جمع کرو سوائے اس کے جو دورِ جہالت میں گزر چکا"

(سورۃ النساء ۴: ۲۳)

work on the structure of the answer.

10

حاصل کلام:

مندرجہ بالا مباحث سے یہ امر اہم شرح ہو جاتا ہے کہ اسلام نے دیگر افراد معاشرہ کی طرح خواتین کو بھی عزت، تکریم، وقار اور بنیادی حقوق کی ضمانت دیتے ہوئے ایک ایسی تہذیب کی بنیاد رکھی جہاں ہر فرد معاشرے کا ایک فعال حصہ ہوتا ہے۔ اسلامی معاشرے میں خواتین اسلام کے عطا کردہ حقوق کی برکات کے سبب سماجی، معاشرتی، سیاسی اور انتظامی میدانوں میں فعال کردار ادا کرتے ہوئے معاشرے کو ارتقاء کی اعلیٰ منازل کی طرف گامزن کرنے کا باعث بنتی ہیں۔ قومی اور بین الاقوامی زندگی میں خواتین کے کردار کا مندرجہ بالا تذکرہ اس کی عملی تنظیر پیش کرتا ہے۔

attempt and upload a single qs at a time for evaluation

سوال:

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مصلح ساز کے طور پر؟

جواب: تعارف:

ریاست مدینہ سے بڑھ کر مثالی امن دنیا کی تاریخ میں اور نہیں ملتی۔ داعی امن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعارف ہی اللہ تعالیٰ نے "رحمۃ العالمین" کی صفت سے کروایا ہے اللہ تعالیٰ خود اس پر گواہ ہے: "ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالمین کے لیے سراسر رحمت بنا کر بھیجا ہے" (الانبیاء) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے کا عرب جس بدامنی کا شکار رہا اس کی وجوہات واضح تھیں، دولت کا ارتکاز، قوم پرستی، مذہبی جبر، تعصب اور عدم رواداری نے ہر سطح پر انسانوں کو تنگ کر دیا تھا۔ ہادی عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن تدبر، مساوات، معاشی عدل، انسانی حقوق کے تحفظ، خواتین کے احترام اور غلاموں کی حکمرانی نے دنیا کو امن کا تحفہ دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آج تک کی تاریخ میں ہزاروں جنگیں ہوئیں اور کئی مرتبہ

دنیا کا امن برباد ہوا۔ آج ضرورت اس امر کی ہے کہ انسانیت بحیثیت مجموعی دائمی امن کے پیغام کو قبول مسلم معاشروں اور حکومتوں کی ذمہ داری اور زیادہ ہو جاتی ہے کہ وہ اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشنی میں امن کے قیام کے لیے اپنی پالیسیاں مرتب کریں۔

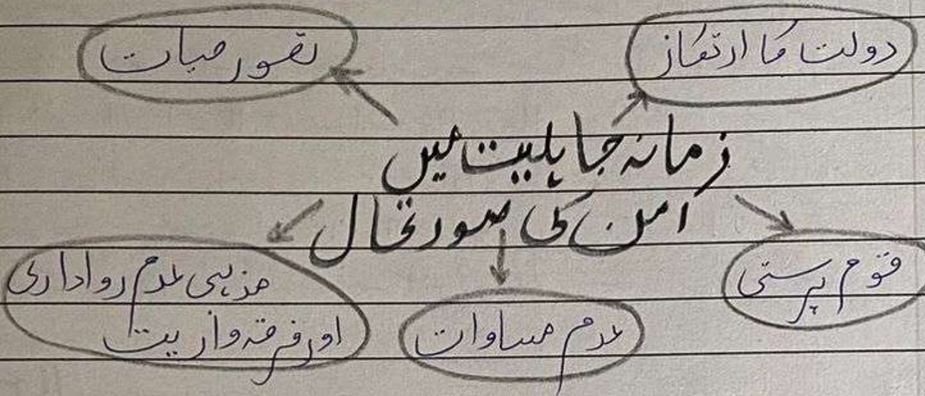

زمانہ جاہلیت میں بدامنی کی وجوہات درج ذیل ہیں۔

دولت کا ارتکاز:

جس معاشرے میں دولت کی گردش رک جائے اور چند ہاتھوں میں جمع ہو جائے تو اس معاشرے میں امیر و غریب کا فرق نمایاں ہو جاتا ہے۔ دولت کے چند ہاتھوں میں ارتکاز کے سبب ایک محدود طبقہ تو عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتا ہے لیکن دیگر عوام غربت و افلاس کا شکار ہو جاتے ہیں۔ ایک مورخ نے روم و فارس کی اقتصادی حالت کا جو نقشہ کھینچا ہے وہ صحیح اور حقیقت پسندانہ ہے۔ اس کے مطابق:

جب ایرانیوں اور رومیوں کو مختلف اقوام پر حکومت کرتے صدیاں گزر گئیں اور انھوں نے دنیوی زندگی ہی کو اپنا مقصد بنا لیا اور آخرت کو فراموش کر بیٹھے اور شیطانیت ان پر غالب آ گئی تو ان کی زندگی کا حاصل یہ بن گیا کہ عیش کے دن گزاریں۔ ان کے اس طرز زندگی کو دیکھ کر دنیا کے ہر گوشے سے علماء اور سائنس دان ان کے گرد جمع ہونے لگے

جوان کے لیے سامان بیش مہیا کریں گے۔"

جان بی فرتھ اسکاٹ نے اپنی کتاب "قسطنطین اعظم" میں رومی باز نطینی (Byzantine) سلطنت کے نظام محصول بندی (Taxation) کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

"خلاصہ یہ ہے کہ اس سخت محصول بندی (Tax collection) سے صوبہ جات کے زمین دار اور چھوٹے کاشتکار بالکل ہی فنا ہو گئے۔ قسطنطین کے آخری دور حکومت میں اس بات کی شہادت بکثرت موجود ہے کہ صوبہ جات کے گورنر جس طرح چاہتے تھے رعایا پر جبر کرتے۔ ظاہر ہے کہ اس ٹیکس نے رعایا پر بڑی سختیاں پیدا کی تھیں۔ ہر ایک علاقے میں جس قدر سرمایہ لوگوں کے پاس تھا وہ سب ختم ہو گیا اور کاشتکار بلکل تباہ ہو گئے"

۲۔ قوم پرستی:

تورات کی گرمی، زبور کی شاعری اور انجیل کی نرمی بھی دنیا میں آ چکی تھی۔ وید کی ذات پات کی تقسیم کا تجربہ بھی انسان کر چکا تھا۔ کنفیوشس کی تعلیم بھی رائج ہو چکی تھی۔ کاوٹلیا کی "ارتھ شاستر" ارسطو کی "پالٹکس" اور مہا بھارت جیسی کتابیں بھی لکھی جا چکی تھیں لیکن دنیا میں امن قائم نہ ہو سکا تھا۔ کیونکہ یہ تمام کوئی ایسا نظریہ یہی نہ دے سکے جو انسان کی عظمت پر پورا اترتا۔ بلکہ مختلف قسم کے طبقات اور عصبیتیں پیدا کر کے رکھ دیں جن کی بنا پر ہمیشہ انسانوں کے درمیان نفرتیں ہی پیدا ہوئیں اور امن عالم تباہ ہوا۔ ایرانیوں کو اپنے گورے رنگ پر اتنا ناز تھا کہ حبشیوں اور ہندوؤں کو کوے کہا کرتے تھے عربوں کو اپنی زبان کی ساخت اور مفہوم کی ادائیگی کی صلاحیت پر اتنا فخر تھا کہ اپنے سوا ساری دنیا کو گونگا سمجھتے تھے اور اسی بنا پر عربی عجمی کا فرق پیدا ہوا۔

QUILL

Date:

۳۔ عدم مساوات:

معاشرہ میں وہ طبقے ہمیشہ باغیانہ رویہ اختیار کر لیتے ہیں جن کے ساتھ غیر مساویانہ اور ظلم و ستم کا سلوک روا رکھا جائے۔ نتیجتاً بدامنی، انتشار اور بغاوت جنم لیتی ہے۔ نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقت پورے عالم میں کسی نہ کسی طرح سے ایک ہی آدم و حوا کی اولاد مختلف درجات میں تقسیم کر کے ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جا رہے تھے۔ ہندوستان میں جب آریہ حملہ آور ہوئے اور پنجاب سے آگے بڑھے تو ان کے مذہبی طبقات نے مفتوحہ آبادی کو الگ تھلگ رکھنے کے لیے نہایت سخت قواعد وضع کیے۔ بقول اقبال:

> تیری بیمری کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے
> لوٹنے گداۓ راہ کو بخشا شکوہ قیصری

۴۔ مذہبی عدم رواداری اور فرقہ واریت:

عہد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آغاز میں مختلف مذاہب کے پیروکار میں مذہبی تعصب اور فرقہ پرستی کے رجحانات غلبہ حاصل کر چکے تھے۔ اس بنا پر وہ اپنے سوا باقی تمام مذاہب اور فرقوں کو جھوٹے سمجھتے تھے۔ "قسطنطین" پہلا بازنطینی رومی فرماں تھا جس نے عیسائیت کو سرکاری مذہب قرار دیا تھا۔ اس بادشاہ نے یہودیوں کے متعلق یہ قانون وضع کیا کہ اگر کوئی یہودی کسی ایسے شخص کو پتھر سے مارے یا اس کی زندگی خطرے میں ڈالے جس نے یہودی مذہب ترک کے عیسائیت قبول کی ہو تو ان تمام لوگوں کو زندہ جلایا جا سکتا ہے۔

۵۔ تصورِ حیات:

دنیا میں امن و سلامتی و کامرانی کا دارومدار اس پر ہے کہ انسان اپنی تخلیق اور زندگی کے منشاء و مقصد کو صحیح طور پر جانے۔ کیونکہ حقیقی امن و خوشی اسی میں ہے جس کے لیے

QUILL

فی الحقیقت مدن نے اسے پیدا کیا ہے۔

امن کے لیے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقدامات:

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک سلامتی و امن کے راستے ہی دراصل روشنی کے راستے اور صراط مستقیم ہیں۔ ان کے سوا تمام وہ راستے جو بدامنی، بے چینی، فتنہ و فساد، ظلم و جور و زبردستی یا خونریزی و سفاکی اور استحصال کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں اندھیروں اور ظلمتوں کے راستے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

"اللہ امن و سلامتی کے قیام میں کچھ اس طرح تمہارا حامی و مددگار ہو گا کہ گھر کی چار دیواری میں زندگی گزارنے والی پردہ نشین خاتون تنہا کسی محافظ و معاون کے بغیر مدینہ سے الحیرہ تک یا اس سے بھی زیادہ لمبا سفر بلا تامل کر سکے گی۔ اور کوئی چور اور رہزن اسے خوف زدہ نہ کر سکے گا۔"

۱۔ عقیدہ توحید کے ذریعے امن:

امن و سلامتی کے قیام کی اس منزل تک پہنچنے کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے انسانیت کو ایک اللہ کی طاقت کو تسلیم کرنے، اسی کی عبادت کرنے اور اسی کے قوانین و ضوابط پر عمل پیرا ہونے کا نظریہ دیا۔ کیونکہ یہی ایک راستہ ہے جس پر چل کر انسان بے شمار مصنوعی آقاؤں کے ظلم و ستم اور غلامی سے چھٹکارا پا سکتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان تمام مشرک طاقتوں کو جو دنیا میں فتنہ و فساد کا باعث بنی ہوئی تھیں اللہ کا یہ پیغام دے کر باطل کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان کیا

ترجمہ: (اے نبی مکرم!) آپ فرما دیجیئے: وہ اللہ ہے جو یکتا ہے اللہ سب سے بے نیاز ہے، سب کی پناہ اور سب پر فائق ہے۔ نہ اس

ترجمہ: "اور جب ان میں سے کسی کو لڑکی (کی پیدائش) کی خبر سنائی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ غصے سے بھر جاتا ہے۔ وہ لوگوں سے چھپتا پھرتا ہے (بزعم خویش) اس بری خبر کی وجہ سے جو اسے سنائی گئی ہے، (اب یہ سوچنے لگتا ہے کہ) آیا اسے ذلت و رسوائی کے ساتھ (زندہ) رکھے یا اسے مٹی میں دبا دے (یعنی زندہ درگور کر دے) خبردار! کتنا برا فیصلہ ہے جو وہ کرتے ہیں۔"

(سورۃ النحل، 59-58)

اس کے مقابلے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

"جس نے دو بیٹیوں کی پرورش کی، انہیں اچھا ادب سکھایا اور بیٹوں کو ان پر ترجیح نہیں دی تو وہ کل میرے ساتھ یوں ہوگا، آپ نے دونوں انگلیوں کو ملا دیا۔"

• اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق میاں بیوی کو ایک دوسرے کا لباس قرار دیا، عورت کو وراثت میں حصہ دار قرار دیا، عورت کو ظلم سے آزادی دلائی۔ دور جاہلیت کے رواج کے برعکس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عورت کے قتل کے قصاص میں مرد قاتل کے قتل کے قانون کو نافذ کیا اور یہ بھی طے فرمایا کہ اگر عورت اپنے عزیز مقتول کے قاتل کو معاف کرنا چاہے اور رشتہ داروں میں اس پر اختلاف ہو اور قصاص لینے پر مصر ہوں تو عورت قریبی عزیز ہونے کی وجہ سے اسے معاف کر سکتی ہے اور اس صورت میں قاتل کو قتل کی سزا نہیں دی جائے گی۔

• حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی اسد، بنی عامر، بنی تمیم، بنی عدی، بنی مخزوم، بنی امیہ، بنی فزیمہ، بنو مصطلق، بنو دولت، بنو ہلال، بنو کلب و سلیم اور بنو کندہ کے قبائل میں نکاح فرمائے تھے۔ جس سے اندازہ

دولت کو عوامی طبقوں میں پھیلانا ہی سب سے مشکل مسئلہ تھا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلام کے معاشی قوانین کے تحت ایسے اقدامات فرمائے جو دولت کو گردش میں رکھنے کے لیے کافی ثابت ہوئے۔ ارشاد ربانی ہے:

ترجمہ:

"ایسا نہ ہو کہ دولت تمہارے صاحب ثروت لوگوں ہی کے درمیان چکر لگاتی رہے۔"

(سورۃ الحشر: 7)

اسلام سے پہلے کے مذاہب نے خیرات کی ترغیب تو بہت دی لیکن اس کے لیے نظام وضع نہیں کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دولت مندوں میں عموماً جو کنجوسی اور بے رحمی ہوتی ہے۔ اس کا کوئی مؤثر علاج نہ ہو سکا۔ افراد کی آزادی کے باعث حصول دولت پر عموماً کوئی روک نہیں رہی اور مال دار مال دار ہوتے چلے گئے اور مفلس مفلس تر۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح کے اقتصادی اقدامات اٹھائے کہ کسی پر ظلم ہوئے بغیر ارتکاز دولت کی جڑوں کو کاٹ دیا جائے۔ چنانچہ ہر قسم کے سود کی ممانعت کر دی گئی۔ وصیت پر پابندی عائد کی گئی کہ کوئی شخص اپنی پوری دولت کسی ایک شخص کو نہ دے دے بلکہ زیادہ سے زیادہ ایک تہائی وصیت کی جا سکتی ہے۔ پھر وراثت میں مردوں اور عورتوں دونوں کا حصہ ہے تاکہ اس سے زیادہ خاندانوں میں دولت بٹتی رہے اور دس بارہ ایسے قریبی رشتہ دار نامزد کیے جو لازمی طور پر ترکے میں حصہ پائیں گے۔ پھر دولت مندوں کو صدقہ خیرات کرنے کی ترغیب فرمائی۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جس نے اپنے بھائی کو پیٹ بھر کھانا کھلایا اور پانی سے اس کی پیاس بجھائی تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو جہنم سے

سے کوئی پیدا ہوا ہے اور نہ وہ پیدا کیا گیا ہے۔ اور نہ ہی اس کا کوئی ہمسر ہے۔"

غرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عقیدہ توحید کے تحت عرب کے اندر ایک ایسی جماعت تشکیل دینے میں کامیاب ہوئے جس کے ارکان خود بھی امن میں آگئے تھے اور دوسروں کو بھی فتنہ وفساد اور بدامنی پھیلانے سے روکنے میں کامیاب ہوئے۔ رسالت مآب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد چونکہ پورے عالم میں امن کا قیام تھا اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امن وسلامتی کا پیغام روم وفارس، یمن، حبشہ اور دیگر سلطنتوں تک پہنچایا ان ممالک کے فرماں رواؤں کے نام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطوط اسی مقصد کے لیے تھے۔

خاندان کی اصلاح کے ذریعے امن:

داعی امن علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انسانوں کے اندر دائمی امن کے قیام کے لیے یہ طریقہ استعمال فرمایا کہ ابتدائی طور پر ہر فرد کے ضمیر میں امن وسلامتی برپا کرنے کی کوشش کی۔ پھر میاں بیوی، والدین، اولاد اور رشتے داروں کے باہمی حقوق و فرائض کا تعین کرکے اس کا دائرہ کار ایک خاندان کے اندر تک پھیلا دیا۔ پھر ایک گروہ کے دوسرے گروہ، افراد کے حکومت اور ایک سلطنت کے دوسری سلطنتوں سے تعلقات کے ایسے اصول وضع فرمائے کہ امن کا پھیلاؤ پورے عالم تک ہو جائے۔ عورتوں کے ساتھ ہونے والے ظلم وستم اور جنس کی بنیاد پر عدم مساوات کے خاتمے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لڑکی کی پیدائش کو رحمت قرار دیا۔ لڑکیوں پر ظلم کے حوالے سے قرآن کریم نے یوں نقشہ کھینچا:

ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات کے حوالے سے بڑے قبیلے کی نمائندگی تھی۔
اہل مکہ سے باہر بی بی زینب بنت خزیمہ اور بی بی میمونہ بنت حارث دونوں کا تعلق نجد سے قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ سے تھا۔
حضرت میمونہ سردار نجد کی اہلیہ کی بہن تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نکاح کے بعد اہل نجد مدینہ کے زیر اثر ہوتے گئے جو متعدد بار اسلام کے خلاف فتنہ انگیزیاں کر چکے تھے۔ ام المومنین حضرت جویریہ بنو مصطلق کے سردار کی بیٹی تھیں۔ حضرت جویریہ قیدیوں میں آئی تھیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے نکاح فرمایا تو صحابہ کرام نے پورے قبیلہ کے قیدیوں کو رہا کر دیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ پورا قبیلہ رہزنی چھوڑ کر امن پسند اور مطیع ہو گیا۔
ام حبیبہ قریش کے سردار ابوسفیان کی صاحبزادی تھیں۔ اس نکاح کے بعد ابوسفیان حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے پر میدان میں آنے سے کتراتا رہا۔ بی بی ماریہ قبطیہ مصری تھیں اور پہلے عیسائی رہ چکی تھیں۔ ان کا ایرانی الاصل ہونا خیال کیا جاتا ہے۔ بی بی صفیہ کا تعلق خیبر کے یہود سے تھا۔ اس مختصر سے مطالعہ سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ نکاحوں کے ذریعے سے مسلمانوں میں پرانی عصبیتوں کو دور کرنے کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کتنی وسیع کوششیں فرمائیں بلکہ نتائج بتاتے ہیں کہ یہ کوششیں بے کار نہ رہیں۔

معاشی عدل کے ذریعے امن:

دولت، انسانی معاشرہ کے لیے خون کا درجہ رکھتی ہے خون جسم کے کسی حصے میں رک جائے، گردش نہ کرے تو ہلاکت کا خطرہ ہے۔ اسی طرح دولت پورے معاشرے میں گردش نہ کرے اور مخصوص لوگوں کے پاس جمع ہو تو یہ صحت مند زندگی کی علامت نہیں۔ اس سے طرح طرح کے نقصانات پیدا ہوتے ہیں۔ عرب جیسے کم پیداوار ملک میں دولت بہت تھوڑے لوگوں کے پاس تھی۔ اس کمی

کھٹکھٹا سکتا ہے۔ ہر فرد معاشرہ اپنی اہلیت اور تقوے کی بنیاد پر بڑے سے بڑے منصب پر پہنچ سکتا ہے۔ کوئی حبشی غلام بھی سربراہ مملکت بن سکتا ہے۔ اور اگر شریعت کے مطابق حکومت چلا رہے، تو بلا کسی رنگ، نسل، اور قوم قبیلہ کی تفریق کے سب مسلمان اس کی اطاعت کے پابند ہیں۔

انسانی مساوات کے ذریعے امن:

اللہ کے نزدیک سب انسان بحیثیت انسان برابر ہیں۔ جب انسان اپنے مصنوعی معیارات بنا کر انسانیت میں تقسیم میں اونچ نیچ پیدا کرتے ہیں تو وہ تصادم اور جنگ وجدل ختم ہوتی ہے اگر لوگوں کو یقین دلایا جائے کہ ان میں کوئی شخص کسی برادری رنگ و نسل وغیرہ پر بڑا چھوٹا نہیں اور سب سے برابری کی بنیاد پر معاملہ کیا جائے گا تو دنیا سے بدامنی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات و سیرت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ کس طرح لوگوں میں مساوات قائم کر کے بدامنی و انتشار احساس محرومی اور محرومی کا خاتمہ کیا جاتا ہے اور امن و آشتی کی راہ ہموار کی جاتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاشرتی اونچ نیچ کو یکسر ختم کر کے بدامنی و انتشار کا خاتمہ کر کے ایک ایسے معاشرے کی تشکیل دیا جس میں رنگ و نسل، قوم و قبیلہ، زبان وطن غرض یہ کہ کسی بنیاد پر بھی کوئی شخص کسی سے برتر و اعلیٰ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حقیقت کو اپنے مخاطبین کی زندگی میں جاری و ساری کر دیا کہ سب اللہ کی مخلوق ہیں اور کائنات میں اللہ کے فراہم کردہ اسباب سے استفادہ کا سب کو مساوی حق حاصل ہے۔ قانون کی نظر میں حاکم وقت اور ایک عام آدمی میں کوئی فرق نہیں محض مال و متاع اور حکومت و اقتدار کسی فرد کے افضل اور بڑا ہونے کی دلیل نہیں اور محض ان چیزوں سے محرومی کسی کے کمتر اور چھوٹا ہونے کی علامت نہیں۔

سات خندقوں کے فاصلے پر رکھے گا اور ہر دو خندقوں کے درمیان پانچ سو سال کے سفر کا فاصلہ ہے"۔

انسانی حقوق کے ذریعے امن :

دنیا میں بدامنی وانتشار کی ایک بڑی وجہ طاقت ور لوگوں کا کمزوروں کے حقوق غصب کرنا ہے - کمزور طبقات جب اپنے حقوق کے لیے اٹھتے ہیں تو تصادم اور جنگ کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے - اگر انسانی حقوق کو یقینی بنا دیا جائے تو دنیا میں امن آجائے گا - نبی امن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات تعلیمات سے ہمیں انسانی حقوق کی فراہمی سے متعلق مکمل رہنمائی میسر آتی ہے - آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے قبل کمزور طبقات مثلاً عورتوں اور بچوں وغیرہ پر طرح طرح کے مظالم ڈھائے جاتے - آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب طبقات پر ظلم کا خاتمہ کیا ، اور انھیں باعزت مقام دلوایا - ارشاد ربانی ہے :

ترجمعہ :

" والدین اور قریبی رشتہ جو ترکہ چھوڑ کر جائیں مردوں کے لیے بھی حصہ ہے اور عورتوں کے لیے بھی حصہ ہے "

(سورۃ النساء : 7)

غلاموں کی آزادی کو آپ کی پیش کردہ شریعت میں گناہوں کا کفارہ اور بہت بڑی نیکی ٹھہرایا گیا - آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے سب غلاموں کو آزاد کر دیا - زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نہ صرف آزاد کیا اور اپنا بیٹا بنایا ، بلکہ اپنی پھوپھی زاد بہن زینب کا نکاح بھی ان کے ساتھ کر دیا - آپ کے قائم کردہ معاشرے میں انسانی حقوق کے اعتبار سے ایک آدمی اور سربراہ ریاست میں مطلق کوئی فرق نہیں - ایک عام آدمی بلا جھجک سربراہ مملکت کا احتساب کر سکتا ہے ؛ اسے غلط کام پر ٹوک سکتا ہے اور اس کے خلاف عدالت کا دروازہ

عفو و درگزر کے ذریعے امن:

اگر لوگ باہم دشمنی اور انتقام کے جذبات سے لبریز ہیں تو امن و امان کبھی قائم نہیں ہو سکتا۔ اس کے برعکس عفو و درگزر اور معاف کر دینے کا رویہ امن و آشتی کی ضمانت ہے۔ اسلام و پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دشمنی کے بجائے عفو و درگزر پر زور دیا اور امن عالم کے لیے ایک بہترین لائحہ عمل اور نمونہ فراہم کیا۔ آیاتِ قرآنی، احادیثِ نبوی اور سیرتِ طیبہ کی چند مثالیں دیکھیے۔

ترجمہ: "(اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) عفو و درگزر سے کام لیجیے نیکی کا حکم دیجیے اور جاہلوں سے کنارہ کشی رہیے"
(سورۃ الاعراف: ۱۹۹)

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعوتِ اسلام کے لیے طائف تشریف لے گئے تو وہاں کے سرداروں نے نہایت تکبر سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت مسترد کر دی اور اوباش لڑکوں اور غنڈوں کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے لگا دیا۔ انھوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شدید سنگ باری کی۔ آپ لہولہان ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جوتے خون سے بھر گئے۔ جبرئیل امین تشریف لائے اور عرض کیا: "اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہیں تو اہلِ طائف کو دونوں پہاڑوں کے درمیان پیس کر رکھ دوں"
مگر انتقام کی اس قدرت کے باوجود حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف اہلِ طائف کو معاف کر دیا بلکہ ان کی ہدایت کی دعا کی۔

خدمتِ خلق کے ذریعے امن:

ایثار و تعاون اور خدمتِ خلق بھی بدامنی کے خاتمے اور امن و آشتی کو یقینی بنانے کے ضامن ہیں۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات و تعلیمات میں اس حوالے سے بھی بہترین رہنمائی ملتی ہے۔ قرآن حکیم میں ہے
"اور نیکی میں ایک دوسرے سے تعاون کرو۔" (سورۃ المائدہ: ۲)
آپ کے فرامین ہیں "ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے۔ اللہ کو مخلوقات میں سے سب سے زیادہ محبوب وہ ہے، جو اس کے کنبے سے بھلائی کرتا ہے"

Date:

ترجمعہ: "اے لوگو! بے شک تمھارا پروردگار ایک ہے اور بے شک تمھارا باپ ایک ہے۔ خبردار! کسی عربی کو کسی عجمی پر، کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فوقیت حاصل نہیں سوائے تقویٰ کے"
(مسند احمد)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو معاشرہ تشکیل دیا، وہ اصول مساوات میں بالکل منفرد نظر آتا ہے۔ اس سلسلے میں اسوۂ حسنہ سے اخذ کردہ چند نکات ملاحظہ ہوں۔ اس حوالے سے ڈاکٹر شہباز منج رقم طراز ہیں۔

"ایک عام سے رہنما اور لیڈر کے بھی اپنے پیروکار میں گھل مل کر انھی کی طرح رہنا انتہائی مشکل ہوتا ہے۔ لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سرورکائنات، امام الانبیاء، نبی آخر الزمان اور خدا کے بعد سب سے عظیم تر ہستی ہونے کے باوصف اپنے لیے کوئی خصوصی امتیاز پسند نہ کیا۔ صحابہ کے ساتھ مل جل کر انھی کی طرح رہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بیٹھنے کے لیے کوئی الگ جگہ مخصوص نہ تھی۔ باہر سے آنے والا کوئی اجنبی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان سے الگ شناخت نہ کر سکتا۔ مسجد قبا اور مسجد نبوی اور غزوہ خندق کی کھدائی میں مزدوروں کی طرح صحابہ کے ساتھ برابر کا کام کیا۔"

نظام انصاف کے ذریعے امن:

قیام امن کے لیے عدل انصاف قائم کرنا ناگزیر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عدل و انصاف کا خصوصی انتظام فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا کردہ اخلاقیات میں عدل و انصاف سے مراد یہ ہے کہ ہر شخص کو اس حق صحیح صحیح اور کسی پر کسی طرح کا ظلم اور زیادتی نہ ہو۔ قانون کی نظر میں چھوٹے بڑے، غریب امیر اور حاکم و محکوم سب برابر ہوں۔ جس جرم کی جو سزا ہو اس کا نفاذ جس طرح عام آدمی پر ہو اس طرح سرمایہ داروں، افسروں اور وقت کے حکمرانوں پر بھی ہو۔ کسی رنگ و نسل، قوم و وطن اور مذہب ملت کا فرق بھی کسی کے حق کی صحیح صحیح ادائیگی میں رکاوٹ نہ بنے۔

مولانا حالی نے اپنے انداز میں اس حدیث کے پیغام پر یوں متوجہ کیا ہے:

یہ پہلا سبق ہے کتاب ہدیٰ کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

انسانی اخوت کے ذریعے امن:

اسلامی و انسانی اخوت و بھائی چارے کے حوالے سے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات اور اسوہ بھی امنِ عالم کا بہترین ذریعہ ہے۔

قرآن و حدیث میں تمام مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی قرار دیا ہے اور تعلیم دی گئی ہے کہ ہر مسلمان بھائی کو ہر لحاظ سے اپنے مساوی سمجھے اور اس کے لیے ویسے ہی حقوق تسلیم کرے جیسے اپنے لیے چاہتا ہے۔ قرآن و حدیث نے نہ صرف اہل اسلام کو بھائی بھائی بن کر رہنے اور ان کے باہمی حقوق پر زور دیا ہے بلکہ اخوت و مساوات کے مختلف تقاضوں کی بھی نشان دہی کی ہے مثلاً اخوت و مساوات اور اس کو قائم و دائم رکھنے کے حوالے سے فرمایا

ترجمہ:

"بے شک مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں"
(سورۃ الحجرات ۱۰)

ترجمہ:

"اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقے میں نہ پڑو"
(سورۃ آل عمران: 103)

مذہبی رواداری کے ذریعے امن:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے وقت عالمی امن کو تباہ و برباد کرنے والے اسباب میں سے ایک سبب یہ بھی تھا کہ مختلف قوموں کے افراد کے اندر مذہبی رواداری نہیں تھی۔ ایک مذہب اپنے اندر دوسرے مذاہب کے افراد کا داخلہ روکتا تھا تو دوسرے مذاہب کے پیروکار دیگر مذاہب کو برداشت نہ کرتے ہوئے قتل و غارت تک اتر آتے ہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس دین کی تبلیغ فرمائی وہ امن

تعاونِ باہمی اور مذہبی رواداری کے اصولوں کا قائل تھا۔ قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے:

ترجمہ: "اللہ ہمارا بھی مالک ہے اور تمہارا بھی، ہمارے اعمال ہمارے لیے ہیں اور تمہارے تمہارے لیے۔ ہماری کچھ بحث نہیں۔ اللہ ہم سب کو جمع کرے گا اور اسی کے پاس جانا ہے"

(الشوریٰ)

حضورِ اکرم نے لوگوں کو زبردستی دین قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ کے ارشاد کو سنایا دین قبول کرنے میں کوئی جبر نہیں کے اصول کے تحت ہمیشہ رواداری کا مظاہرہ کیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ:

"اور اہلِ کتاب کے ساتھ صرف احسن طریقے سے بحث کرو، سوائے ان لوگوں کے جو ان میں سے ظالم ہوں، اور کہو کہ ہم ایمان لائے اس پر جو ہم پر اتارا گیا اور تم پر اتارا گیا اور ہمارا تمہارا معبود ایک ہے اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔"

(سورۃ العنکبوت ۴۶)

یہی نہیں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعوتِ اسلام کی غرض سے جو خطوط عیسائی اور یہودی حکمرانوں کے نام ارسال فرمائے ان کے آغاز میں عموماً یہ آیات تحریر فرمائی۔

ترجمہ:

"آپ فرما دیں! اے اہلِ کتاب! تم اس بات کی طرف آ جاؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے (وہ یہ) کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہیں کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے اور ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب نہیں بنائے گا، پھر اگر وہ روگردانی کریں تو کہہ دیں کہ گواہ ہو جاؤ کہ ہم تو اللہ کے تابع فرمان (مسلمان) ہیں۔"

(سورۃ آلِ عمران: ۶۴)

غزوات کے ذریعے امن :

امن کے لیے جنگ ناگزیر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنگیں اکثر دفاعی تھیں ان کا مقصد دائمی طور پر امن و عافیت کو قائم رکھنا تھا۔ ان کا مقصد انسانیت کا احترام تھا نہ کہ بے گناہوں کی جان کو نقصان پہنچانا، جنگوں میں اسیرانِ جنگ کے ساتھ عمدہ سلوک روا رکھا جاتا گیا۔ جنگ ایک استثنائی حالت ہے۔ اسلام صلح وسلامتی کا علم بردار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر کسی قبیلے سے صلح کی جس نے بھی صلح کے لیے رغبت کا اظہار کیا جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے "بنو ضمرہ" کے ساتھ غزوہ ودان میں معاہدہ کیا اور "بنو مدلج" سے غزوہ عشیرہ میں اور "قریش" سے صلح حدیبیہ میں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر جنگ سے بچنے کے لیے ہر ممکن کوشش کی حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس بار سفر میں عام راستہ چھوڑ کر ایک غیر معروف راستہ اختیار کیا تھا جو نہایت مشکل اور دشوار تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ سے بچ سکیں۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنا لشکر حدیبیہ لے آئے اور یہاں پہنچ کر بھی امن کو قائم رکھنے کے مقصد پر مصر رہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گفتگو کا میدان فراخ کر دیا۔ جب مشرکین کے کچھ آدمیوں نے مسلمانوں پر حملہ کر دیا تو پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش سے جنگ نہ کرنے کے مقصد پر قائم رہے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح حدیبیہ کا معاملہ پورا کر لیا حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض صحابہ اس صلح کے بعض شرائط کو ناپسند فرمایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام غزوات کے اسباب کا حقیقی اور غیر جانبدارانہ تجزیہ کرنے والا ہمیشہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام جنگیں دفاعی نوعیت کی تھیں پیش بندی کے طور پر دشمن پر پہلے حملے کرنے میں مقصد

دشمن کو خود چھیڑنا نہ تھا بلکہ یہ داعی امن صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جنگی حکمت عملی کا ایک اہم اصول تھا جس میں دشمن پر اس کے حملے کرنے سے پہلے غلبہ حاصل کرلینے کی روح مضمر ہوتی ہے۔

بقول احمد ندیم قاسمی:

اب بھی ظلمات فروشوں کو گلہ ہے تجھ سے
رات باقی تھی کہ سورج نکل آیا تیرا
اس سے پہلے کا جو ماضی تھا ہزاروں کا سہی
اب جو تا حشر کا فردا ہے وہ تنہا تیرا

خلاصہ بحث

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختصر اور مشکل حالات میں جس طرح ریاست مدینہ میں امن قائم کیا اور پھر خلفائے راشدین نے اس طریقے کو جاری رکھا یہ اپنی مثال آپ ہے۔ لیکن افسوس کہ خلفائے راشدین کے بعد عرب ملوکیت نے اسلام کے سیاسی نظام کو تباہ کر دیا۔ شورائیت کی جگہ ملوکیت نے لے لی۔ بدامنی کی زیادہ تر وجوہات کا تعلق اسلام کے سیاسی، معاشی، معاشرتی اور اخلاقی نظام کی شکست کی وجہ سے ہے۔ اسلام کے جملہ نظاموں کو شکست یورپ میں نہیں بلکہ خود مسلم ممالک میں ہوئی ہے۔ مسلم حکمرانوں اور عوام کی ذمہ داری ہے کہ وہ اسلام کے جملہ نظاموں کو زمان و مکان کی تبدیلی کے ساتھ اپنے اپنے ممالک میں نافذ کریں۔ اس سے دنیا کے سامنے عہد رسالت اور خلفائے راشدین کے عہد کی یاد تازہ ہو جائے گی۔

—— X ——

keep the description of single arguments brief and divide